رضوان اللہ

جہنم سے خروج

خدا کے مقابلے میں سرکشی اور بغاوت کرنا اور اس کی ذات سے مطلق بے پروا ہو جانا، یہ دونوں اپنی ذات میں بہت بڑے گناہ ہیں۔ قرآن نے جس طرح ان کے مستوجب سزا ہونے کو بیان کیا ہے، اسی طرح یہ بھی بتایا ہے کہ ان کی سزا ابدی اور دائمی جہنم ہو گی۔ یہاں ایک سوال ذہن میں ابھرتا ہے۔ وہ یہ کہ ان کے مقابلے میں جو کم تر درجے کے گناہ ہیں، اُن کی سزا اپنی مدت کے لحاظ سے کتنی ہو گی؟ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ اس طرح کے گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کو بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہنا ہے، اس لیے کہ جو شخص ایک مرتبہ اس میں ڈال دیا جائے گا، وہ کسی صورت باہر نہ نکل سکے گا۔ اس کے برخلاف، عام اور متداول رائے یہ ہے کہ اس طرح کے لوگوں کو اس میں ڈالا تو ضرور جائے گا، مگر اپنے اپنے گناہوں کی سزا پا لینے کے بعد آخر کار ان کو باہر نکال لیا جائے گا۔

ان میں سے پہلی رائے پر چند اعتراضات پیدا ہوتے ہیں:

اول یہ کہ پورے قرآن میں یہ بات کسی جگہ بیان نہیں ہوئی کہ ہر طرح کے گناہ کی سزا ہمیشہ کی جہنم ہے۔ کچھ خاص قسم کے جرائم ہیں کہ جن کا ارتکاب کرنے والوں کو یہ سزا سنائی گئی ہے۔ لہٰذا، بات اتنی ہی ہے جتنی خدا نے بیان کر دی اور اس خاص نوعیت کی سزا کو ہر قسم کے گناہ سے متعلق کر دینا، کسی کے لیے بھی روا نہیں۔

دوم یہ کہ ہر طرح کے گناہ پر ایک جیسی سزا دی جائے، یہ بات عدل و انصاف کے بالکل خلاف ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ جس شخص کا گناہ جس قدر کم یا زیادہ ہو، اسے اسی نسبت سے سزا دی جائے۔ مثال کے طور پر، جس شخص نے تکبر اور بغاوت کا راستہ اختیار کیا، حق بات کے واضح ہو جانے کے بعد اس کا انکار کر دیا یا زندگی بھر وہ گناہ کی دلدل

میں پھنسا رہا تو اس طرح کے تمام لوگ سزاوار ہیں کہ انھیں ہمیشہ کی سزا سنائی جائے۔ مگر اس کے مقابلے میں وہ شخص کہ جس نے مثال کے طور پر، کبائر کا ارتکاب تو کیا، مگر زندگی بھر اس کا رویہ کبھی سرکشی اور بغاوت کا نہ ہوا یا دوسرے کی اُس نے بس غیبت کر دی یا اسی طرح کے نسبتاً کم تر درجے کے گناہوں میں وہ ملوث ہوا، عدل وانصاف کا تقاضا یہی ہے کہ انھیں بغاوت پر آمادہ مجرموں کی طرح ہمیشہ کے لیے جہنم کی سزا نہ سنا دی جائے۔

یہاں کہا جا سکتا ہے کہ عدل کے اصول پر ہم ابدی جہنم سے خلاصی کی بات کیوں کریں؟ اس میں جو مختلف درجات ہیں، وہ اسی لیے تو ہیں کہ عدل کے سارے تقاضے پورے ہوں اور لوگ اپنے اعمال کے لحاظ سے وہاں مختلف درجوں میں رکھے جائیں۔ عرض ہے کہ یہ بات بھی قرآن کے الفاظ سے میل نہیں کھاتی۔ ان درجات کے بارے میں قرآن یہ نہیں کہتا کہ ہر طرح کے مجرموں کو دوزخ میں ہمیشہ کے لیے جانا اور اپنے عمل کے لحاظ سے وہاں مختلف درجوں میں رہنا ہے، بلکہ وہ صرف یہ کہتا ہے کہ مجرموں کو اپنے اعمال کی شدت اور نرمی کے لحاظ سے وہاں مختلف درجوں میں رہنا ہے۔ چنانچہ اس بنیاد پر زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہاں لوگ دائمی طور پر جائیں یا ایک مقرر مدت کے لیے، ان کے درجوں میں بہر کیف، ایک تفاوت رکھا جائے گا۔ مثلاً، کھلا کفر کرنے والا اور وہ منافق شخص جو اپنے دل میں کفر چھپائے ہوئے تھا، یہ دونوں ہمیشہ کے لیے جہنم رسید ہوں گے، مگر اس فرق کے ساتھ کہ اول الذکر اوپر کے درجے میں اور ثانی الذکر اس کے سب سے نچلے درجے میں ہوگا۔

اس رائے کے اثبات میں قرآن کی یہ دو آیتیں بھی پیش کی جاتی ہیں: 'وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ'[1] اور 'وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا'[2]، یعنی، دوزخ کے لوگ وہاں سے باہر نہ آ سکیں گے۔ پہلی آیت کے بارے میں واضح رہے کہ یہ اصل میں وہی بات ہے جو قرآن کے دیگر مقامات پر 'هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ' کے الفاظ میں ادا کی جاتی ہے۔ نیز، یہاں تمام مجرمین کا نہیں، بلکہ شرک کی دعوت دینے والے پیشواؤں اور ان کے پیروکاروں کا ذکر ہوا ہے۔ چنانچہ کچھ مخصوص لوگوں سے متعلق اس آیت کو زیرِ بحث عام دعوے سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسری آیت کے بارے میں واضح رہے کہ اس میں دوزخ میں سے نکلنے یا اس میں دائمی طور پر پڑے رہنے کا کوئی مضمون، سرے سے موجود ہی نہیں۔ اس میں تو فقط اہل دوزخ کی یہ بے بسی بیان ہوئی ہے کہ وہ نکل بھاگنا چاہیں گے، مگر کسی صورت بھی وہاں سے بھاگ نہ سکیں گے۔

جہاں تک اس بحث کے بارے میں دوسری رائے کا تعلق ہے کہ بعض لوگ اپنی سزا پا کر دوزخ میں سے نکل آئیں

۱؎ البقرہ ۲: ۱۶۷۔

۲؎ المائدہ ۵: ۳۷۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

گے تو اس کے حق میں ذیل کی چند باتیں پیش کی جا سکتی ہیں:

اولاً، اس دنیا کی عدالتوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ جرم کی نوعیت اور مجرم کے حالات کی خصوصی طور پر رعایت کرتی ہیں اور ہر طرح کے مجرم کو ایک طرح کی سزا نہیں سناتیں اور نہ ہر کسی کو ہمیشہ کے لیے سزا میں مبتلا رکھتی ہیں، اس لیے کہ یہ عقل وفطرت کا فیصلہ اور عدل وانصاف کا ایک ناگزیر تقاضا ہے۔ قرآن میں بیان ہوئے آخرت کے احوال اور وہاں ہونے والے بے لاگ عدل کی تفصیلات، یہ سب چیزیں بھی اگر سامنے رہیں تو اس بات کو مانے بغیر چارہ نہیں کہ وہاں ہر مجرم کو نہ ایک جیسی سزا دی جائے گی اور نہ ہر ایک کو ہمیشہ کے لیے سزا میں مبتلا ہی رکھا جائے گا۔

ثانیاً، قرآن کے بہت سے مقامات اس بات کی بین دلیل ہیں کہ خدا کی رحمت اس کے غضب پر سبقت کر گئی ہے۔ چنانچہ خدا کی اس بے پایاں رحمت کا بھی تقاضا ہے کہ کم تر درجے کے گناہوں میں ملوث لوگوں کو اپنی میعاد اور مقدار میں بالکل وہی سزا نہ دی جائے جو باغی اور سرکش اور اس سے بے پروا مجرموں کو دی گئی ہو، بلکہ کسی نہ کسی طرح ان کی وہاں سے خلاصی اور نجات کی کوئی سبیل پیدا کی جائے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ثالثاً، ہم جانتے ہیں کہ پروردگار نے انسان کو بنایا تو اس کے دل میں ابدی زندگی کی آرزو بھی رکھی۔ اس آرزو کو پورا کرنے کے لیے ایک جنت بنائی اور کچھ ہدایات دے کر اس کی طرف جانے کی راہ کھول دی۔ پھر اسے ارادہ اور اختیار دیا تا کہ وہ اپنی مرضی سے اس راہ پر چلے اور جنت کی ابدی زندگی کا مستحق ٹھیرے۔ البتہ، جو کوئی اس سے منہ موڑے یا اس پر صحیح طریقے سے چلنے سے انکار کر دے تو اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو جنت خدا کی اس اسکیم میں مرکز اور ہدف کی حیثیت رکھتی ہے، مگر جہنم اس کا کوئی بنیادی اور مطلوب جز نہیں۔ لہٰذا، ہونا یہ نہیں چاہیے کہ جو ذرا سا بگڑے اس کو بھی اُٹھا کر ہمیشہ کے لیے آگ میں جھونک دیا جائے، بلکہ جو ٹھیک رہے، اسے بھی جنت سے نوازا جائے اور جس سے کچھ غلطیوں کا ارتکاب ہوا ہو، اسے بھی سزا دینے کے بعد آخر کار جنت ہی میں بھیج دیا جائے۔

رابعاً، عام طور پر مجرموں کو سزا دینے کے پیچھے دو وجہیں ہوتی ہیں: ایک یہ کہ مجرم نے جرم کا ارتکاب کیا ہے، اس لیے وہ مستحق ہو گیا ہے کہ اس کو سزا دی جائے۔ دوسرا یہ کہ اس سے مقصود بعض انفرادی اور اجتماعی نوعیت کے فائدوں کا حصول ہوتا ہے۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ہاں بھی انھی دو وجوہات کی بنیاد پر سزا دی جاتی ہے اور جو فائدے اس کے پیش نظر ہوتے ہیں، ان میں سے ایک بڑا فائدہ مجرم کا تزکیہ بھی ہے۔ چنانچہ خدا کی طرف سے تزکیے کا یہ عمل جس طرح دنیا میں کیا جاتا ہے، اسی طرح آخرت میں بھی کیا جائے گا۔ مثلاً، کتمان حق کے مجرموں کے لیے ارشاد ہوا

ہے: 'وَلَا یُزَکِّیۡھِمۡ'[3] یعنی، خدا ان کا تزکیہ نہیں کرے گا۔ ظاہر ہے، اس کا مطلب ہے کہ وہاں کچھ لوگوں کا تزکیہ، بہرحال کیا جائے گا، اور یہ تزکیے ہی کی ایک صورت ہے کہ کسی کو دوزخ میں ڈال کر اس کو گناہوں سے پاک صاف کر دیا جائے اور جب وہ طہارت حاصل کر لے تو اس کو وہاں سے نکال لیا جائے۔

اس رائے کے حق میں یہ عقل وفطرت کے مسلمات اور قرآن کی بنیادی تعلیمات ہی ہیں کہ اسے بہت سی حدیثوں میں بھی بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخرت میں اللہ جنت والوں کو جنت میں اور دوزخیوں کو دوزخ میں داخل کر دے گا۔ پھر ایک وقت آئے گا اور وہ حکم دے گا کہ جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے، اُسے دوزخ میں سے نکال لیا جائے۔ چنانچہ انھیں وہاں سے نکال لیا جائے گا اور وہ جل جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔ اس پر انھیں ایک نہر حیات میں ڈالا جائے گا اور وہ اس طرح اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے پانی کے کنارے کوئی دانہ اُگ آئے۔[4]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

[3] البقرہ ۲: ۱۷۴۔

[4] صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم ۳۰۴۔